صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 05, Issue 03 (July-September 2026)

تصور نبوت: عیسائیت اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ

The Concept of Prophethood: A Comparative Study of Christianity and Qadianism

Abdul Wahid
PhD Scholar, Lahore Leads University, Lahore abdulwahid312@yahoo.com

Dr. Ishtiaq Ahmad Gondal
Professor, Lahore Leads University, Lahore drishtiaq.isl@leads.edu.pk

Abstract:
The belief in prophethood is a fundamental aspect of the Abrahamic religions and a primary means of divine guidance for humanity. In Islam, prophethood is regarded as a divinely ordained position bestowed by Allah, with the purpose of conveying revelation to humanity and guiding people toward the straight path. A fundamental Islamic belief is that Prophet Muhammad (peace and blessings be upon him) is the Seal of the Prophets (Khatam al-Nabiyyin) and that no prophet can come after him. In contrast, the concept of prophethood in Christianity underwent a gradual historical development. While the prophetic tradition of the Children of Israel was initially recognized, the status of Jesus Christ was later elevated beyond that of a prophet, becoming central to the doctrines of divinity and the Trinity. In contemporary Christian thought, the concept of prophethood has largely been superseded by ecclesiastical authority and the guidance of the Holy Spirit.

Qadiyaniyyat introduced a new interpretation of the Islamic concept of prophethood by presenting Mirza Ghulam Ahmad initially as a mujaddid (reviver), and subsequently as the Promised Messiah and Mahdi, and eventually attributing to him a form of prophethood. This interpretation has raised fundamental questions concerning the Islamic doctrine of the Finality of Prophethood. Consequently, the major schools of Islamic thought have regarded this doctrine as incompatible with the fundamental teachings of Islam.

This research paper presents a comparative and critical examination of the concept of prophethood in Islam, Christianity, and Qadiyaniyyat. The primary objective of the study is to demonstrate that although Christianity and Qadiyaniyyat differ in their historical backgrounds and religious structures, both contain interpretations of prophethood that are incompatible with the Islamic doctrine of the Finality of Prophethood. The study is based on Qur'anic texts, Prophetic traditions (Ahadith), classical Islamic sources, Christian theological literature, and Qadiyani literature.

Keywords: Prophethood, Finality of Prophethood, Christianity, Qadianism, Jesus Christ, Mirza Ghulam Ahmad, Comparative Study

تعارف:

نبوت انسانی تاریخ میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا سب سے اہم ذریعہ رہی ہے۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح، عقائد کی درستی اور معاشرتی نظام کی تشکیل کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق نبوت کسبی منصب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، جس میں انسانی کوشش یا روحانی ریاضت کا کوئی دخل نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ"[1]

یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔

اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی یا رسول کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ یہی عقیدہ امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے۔

عیسائیت نے ابتدا میں نبوت کی یہودی روایت کو قبول کیا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کو الوہیت کے درجے تک پہنچایا، جس سے نبوت کا اصل مفہوم تبدیل ہو گیا۔ دوسری جانب قادیانیت نے اسلامی اصطلاحات کو برقرار رکھتے ہوئے نبوت کی ایسی تعبیر پیش کی جس کے نتیجے میں مرزا غلام احمد کے لیے نبوت کی ایک نئی قسم کا اثبات کیا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ تصور نبوت کا تقابلی مطالعہ نہ صرف علمی اعتبار سے اہم ہے بلکہ عصر حاضر میں ختم نبوت کے عقیدے کی تفہیم کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

اسلام میں نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب بندوں کو عطا کیا جانے والا منصب ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے، اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ"[2]

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

---

1. الأنعام ٦:١٢٤

2. الأحزاب ٣٣:٤٠

اسی طرح حدیث نبوی میں آپ ﷺ نے فرمایا: "لا نبي بعدي"[3]

(میرے بعد کوئی نبی نہیں۔)

یہ حدیث متعدد صحابہ سے مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہے اور محدثین کے نزدیک متواتر المعنی ہے۔ اسی بنیاد پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔

اسلام میں نبی کی چند بنیادی خصوصیات یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتخاب۔

نزولِ وحی۔

دعوت و تبلیغ۔

شریعت کی تعلیم یا سابقہ شریعت کی تجدید۔

خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا عدم امکان۔

عیسائیت میں تصورِ نبوت:

عیسائیت میں تصورِ نبوت کو سمجھنے کے لیے اس کے تاریخی ارتقا کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ عیسائی مذہب کی بنیاد یہودی مذہبی روایت پر استوار ہے، اس لیے ابتدائی طور پر عیسائیت نے بنی اسرائیل کے انبیاء کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تسلیم کیا۔ عہدِ قدیم (Old Testament) میں متعدد انبیاء مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت یسعیاہ اور حضرت ارمیاہ کا ذکر موجود ہے، جنہیں خدا کا پیغام پہنچانے والا قرار دیا گیا ہے۔ اس مرحلے تک نبوت کا تصور اسلامی تصور سے کافی حد تک مماثلت رکھتا تھا، اگرچہ بعض اعتقادی اختلافات موجود تھے۔

عہدِ جدید (New Testament) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد نبوت کے تصور میں نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ اناجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت، توبہ، اخلاق اور محبت کا پیغام دیا، تاہم بعد کے کلیسائی ادوار میں خصوصاً پولوسی (Pauline) فکر کے اثرات کے نتیجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف نبی نہیں بلکہ "ابن اللہ"، "مخلصِ عالم" اور تثلیث کے ایک رکن کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس طرح نبوت کا مقام الوہیت کے تصور میں مدغم ہو گیا۔

[3] ۔کتاب المغازی، رقم الحدیث: ۴۴۱۶

عیسائی الٰہیات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے مجسم کلام (Logos) ہیں، جو انسان کی نجات کے لیے دنیا میں تشریف لائے۔ اس عقیدے نے نبوت کی روایتی تعریف کو تبدیل کر دیا، کیونکہ نبی خدا کا بندہ اور پیغامبر ہوتا ہے، جبکہ عیسائیت کے مرکزی عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے اور خود الوہی ہستی ہیں۔

اسلام اس تصور کو قبول نہیں کرتا بلکہ قرآن مجید واضح کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے:

"إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ"[4]

"عیسیٰ علیہم السلام بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا۔"

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ"[5]

"مسیح بن مریم سوائے رسول کے اور کچھ نہیں۔"

یہ آیات اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل مقام نبوت و رسالت ہے، نہ کہ الوہیت۔

عیسائیت میں نبوت کا اختتام:

اکثر مرکزی عیسائی فرقوں، مثلاً[6] Roman Catholic Church، Eastern Orthodox Church اور بیشتر پروٹسٹنٹ کلیساؤں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد شریعت لانے والے کسی نئے نبی کی آمد کا تصور موجود نہیں۔ اگرچہ بعض کلیسیائی روایات میں "نبوت" کو روحانی الہام[7] (Prophetic Gift) یا روح القدس کی عطا کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، لیکن اس سے مراد تشریعی یا مستقل نبوت نہیں ہوتی۔

اس طرح عیسائیت میں نبوت ایک مستقل منصب کے بجائے کلیسائی قیادت، روح القدس کی رہنمائی اور مذہبی تشریح تک محدود ہو جاتی ہے۔[8]

4۔ الزخرف ۴۳:۵۹

5۔ المائدۃ ۵:۷۵

6 Gospel of Matthew, The Holy Bible ، 16:16

7 Gospel of John, The Holy Bible ،1:1–14۔

8 The Holy Bible ،Acts 2:17–18

تنقیدی جائزہ:

اسلامی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلیل القدر نبی اور رسول ہیں، لیکن ان کی الوہیت یا ابن اللہ ہونے کا تصور توحید کے منافی ہے۔ قرآن کریم متعدد مقامات پر تثلیث اور الوہیتِ مسیح کی نفی کرتا ہے اور انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے قرار دیتا ہے۔

اسی بنا پر مسلمان علماء کا موقف ہے کہ عیسائیت میں نبوت کا اصل تصور تاریخی ارتقا کے دوران تبدیل ہو گیا، جبکہ اسلام نے انبیائے کرام کی اصل حیثیت کو برقرار رکھا۔

نبوت انسانی مذہبی تاریخ کا ایک قدیم اور اہم تصور ہے۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں ابراہیمی مذاہب میں خدا اور انسان کے درمیان پیغام رسانی کا تصور بنیادی مذہبی اہمیت رکھتا ہے، تاہم تینوں مذاہب میں نبوت کی نوعیت، حدود، اختتام اور مذہبی اتھارٹی کے بارے میں نمایاں اختلافات پائے جاتے ہیں۔

عیسائیت میں نبوت کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے "وحی" (Revelation) اور "نبوت" (Prophecy) کے باہمی تعلق کو سمجھنا ضروری ہے۔ مسیحی روایت کے مطابق خدا نے تاریخ میں مختلف مراحل سے انسانیت پر اپنی مرضی ظاہر کی۔ عہدِ قدیم کے انبیاء اس وحی کے ترجمان تھے، جبکہ نئے عہد نامے میں حضرت عیسیٰؑ کو وحی کے حتمی اور کامل اظہار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔[9]

عبرانیوں کے خط کا آغاز ہی اس اہم دعوے سے ہوتا ہے کہ خدا نے قدیم زمانے میں نبیوں کے ذریعے مختلف طریقوں سے کلام کیا، مگر آخری زمانے میں بیٹے کے ذریعے کلام کیا۔[10] یہی عبارت کلاسیکی مسیحی الٰہیات میں نبوت اور حضرت مسیحؑ کے درمیان بنیادی فرق کی تفہیم کے لیے مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

کیتھولک کلیسا کا سرکاری عقیدتی متن بھی عبرانیوں کی بنیاد پر یہ مؤقف اختیار کرتا ہے کہ حضرت مسیحؑ "تمام وحی کی تکمیل" ہیں۔

عیسائی بائبل میں نبی کے لیے بنیادی تصور یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے پیغام حاصل کرکے اسے لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اس پیغام میں مستقبل کے واقعات کی اطلاع بھی شامل ہو سکتی ہے، لیکن نبوت کو محض "پیش گوئی" سمجھنا بائبلی تصور کو محدود کر دیتا ہے۔

---

[9] David E. Aune, Prophecy in Early Christianity and the Ancient Mediterranean World (Grand Rapids, MI: Eerdmans, 1983)

[10] The Holy Bible, Hebrews 1:1–2.

پولس رسول کے مطابق نبوت کا مقصد کلیسا کی "تعمیر، نصیحت اور تسلی" ہے۔[11] اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبوت کا ایک اہم مقصد موجودہ انسانی اور مذہبی زندگی کی اصلاح تھا۔ اسی طرح دوسری پطرس میں نبوت کو انسانی ارادے کی پیداوار نہیں بلکہ روح القدس سے وابستہ کیا گیا ہے۔[12] اس بنا پر مسیحی تصور میں حقیقی نبوت کی بنیاد الٰہی الہام ہے۔

تاہم "الہام" اور "وحی" کو مکمل طور پر مترادف سمجھنا بھی درست نہیں۔ ہر نبوی کلام کو مسیحی روایت میں نئی بنیادی وحی یا نئی شریعت نہیں سمجھا جاتا۔ یہی فرق بعد کی کلیسیائی الٰہیات میں انتہائی اہم ہو گیا۔

عہدِ قدیم کے انبیاء عیسائی الٰہیات کے لیے بنیادی تاریخی و مذہبی سرمایہ ہیں۔ موسیٰ، سموئیل، ناتن، ایلیاہ، الیشع، یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل، عاموس اور دیگر انبیاء خدا اور بنی اسرائیل کے درمیان عہد کی پاسداری کی یاد دہانی کراتے ہیں۔

انبیاء کی نبوت میں تین نمایاں پہلو نظر آتے ہیں:

الف۔ توحید اور خدا سے وفاداری:

انبیاء بنی اسرائیل کو بت پرستی اور شرک سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یسعیاہ اور یرمیاہ کی نبوتوں میں خدا کی وحدانیت اور اس کے ساتھ عہد کی وفاداری مرکزی موضوع ہے۔

ب۔ اخلاقی و سماجی اصلاح:

انبیاء صرف عبادات کے بارے میں نہیں بلکہ عدل، انصاف، غرباء کے حقوق اور معاشرتی برائیوں کے بارے میں بھی شدید تنقید کرتے ہیں۔

ج۔ مستقبل کی نجات:

انبیاء بعض اوقات اسرائیل کی بحالی، نئے عہد، مسیحائی بادشاہت اور خدا کی وسیع تر نجات کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

مسیحی hermeneutics میں انہی نصوص کو بعد میں حضرت مسیحؑ کے ساتھ جوڑا گیا۔ اس عمل کو fulfillment یعنی "تکمیل" کہا جاتا ہے۔

کیتھولک روایت کے مطابق انبیاء نے ایک ایسی نجات اور نئے عہد کی بشارت دی جو بالآخر حضرت مسیحؑ میں مکمل ہوئی۔

---

[11] The Holy Bible, 1 Corinthians 14:3–4.

[12] The Holy Bible, 2 Peter 1:20–21

حضرت عیسیٰؑ کی نبوی حیثیت مسیحی مطالعات کا ایک اہم موضوع ہے۔ اناجیل میں متعدد مقامات پر لوگ حضرت عیسیٰؑ کو نبی کہتے ہیں۔

ان نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی معاصر مذہبی شناخت میں نبوت کا تصور موجود تھا۔ لیکن مسیحی عقیدہ یہاں ایک بنیادی موڑ اختیار کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو صرف نبی نہیں سمجھا جاتا بلکہ خدا کا بیٹا، مسیح اور خدا کے کلام کا مجسم اظہار سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبرانیوں میں سابقہ نبیوں اور حضرت مسیحؑ کے ذریعے وحی کے درمیان امتیاز قائم کیا جاتا ہے۔

مسیحی الٰہیات میں حضرت عیسیٰؑ کی حیثیت سمجھنے کے لیے "Logos" یعنی "کلمہ" کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

یوحنا میں "کلمہ" کو ابتدا میں خدا کے ساتھ اور خدا ہی کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جبکہ یوحنا میں اسی کلمے کے مجسم ہونے کا ذکر ہے۔ اس بنا پر مسیحی الٰہیات میں حضرت عیسیٰؑ کی حیثیت عام نبی سے مختلف ہے۔ نبی خدا کا پیغام پہنچاتا ہے، جبکہ مسیحی عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کو خود خدا کے کلام کے مجسم اظہار کے طور پر دیکھتا ہے۔ کیتھولک کیٹی کزم واضح طور پر کہتی ہے کہ مسیح خدا کا "واحد، کامل اور ناقابلِ تجاوز کلمہ" ہے اور اس میں خدا نے اپنی وحی مکمل کر دی ہے۔

یہاں ایک اہم علمی نکتہ یہ ہے کہ "حضرت عیسیٰؑ نبی ہیں" اور "حضرت عیسیٰؑ صرف نبی ہیں" دو مختلف دعوے ہیں۔ بائبلی نصوص پہلے دعوے کی تائید کرتی ہیں، لیکن کلاسیکی مسیحی عقیدہ دوسرے دعوے کو قبول نہیں کرتا۔

یوحنا بپتسمہ دینے والے کی شخصیت عہدِ قدیم اور نئے عہد نامے کے درمیان ایک اہم رابطہ ہے۔ ان کا مرکزی پیغام توبہ اور آنے والی خدا کی بادشاہی کی تیاری تھا۔ اناجیل انہیں حضرت عیسیٰؑ کی آمد کی تیاری کرنے والے کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

مسیحی روایت میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کو عہدِ قدیم کے نبوی سلسلے کا اختتامی نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔ کیتھولک Compendium بھی اسے آخری اور عظیم انبیاء میں شمار کرتا ہے۔[13]

یہاں "اختتام" کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کا تعلق انسان سے ختم ہو گیا، بلکہ مسیحی الٰہیات میں یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ میں نجاتی وحی اپنے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد ابتدائی مسیحی جماعتوں میں نبوت کا تصور موجود رہا۔

[13] Compendium of the Catechism of the Catholic Church, no. 102 (Vatican City: Libreria Editrice Vaticana, 2005).

یہ شواہد اس مفروضے کو کمزور کرتے ہیں کہ مسیحیت کے آغاز ہی میں نبوت مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔ اس کے برعکس ابتدائی کلیسا میں نبوی سرگرمی واضح طور پر موجود تھی۔

ابتدائی مسیحیت میں نبوت کا تعلق روح القدس سے گہرا تھا۔ اعمال میں پطرس یوئیل نبی کی پیش گوئی سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آخری ایام میں خدا اپنی روح "ہر بشر" پر انڈیلے گا اور بیٹے بیٹیاں نبوت کریں گے۔[14]

یہاں نبوت کو کسی مخصوص قومی یا نسلی گروہ تک محدود نہیں رکھا جاتا بلکہ روح القدس کے نزول کے ساتھ وسیع کیا جاتا ہے۔

جدید علمی تحقیق میں یہ سوال اہم ہے کہ ابتدائی مسیحی نبی اصل میں کیا کرتے تھے۔ David E. Aune نے ابتدائی مسیحی نبوت کے مطالعے میں یہ دکھایا کہ اسے محض مستقبل بینی تک محدود کرنا تاریخی طور پر ناکافی ہے۔ ان کی تحقیق میں نبوت کے مختلف اقسام، مقاصد، خطیبانہ صورتوں اور مذہبی کرداروں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔[15]

Thomas Gillespie نے پولس کی پہلی کرنتھیوں کی بحث کی بنیاد پر یہ استدلال کیا ہے کہ ابتدائی مسیحی نبوت انجیل کے بنیادی پیغام کی روحانی، اخلاقی اور الٰہیاتی تطبیق بھی تھی۔[16]

اس نقطۂ نظر سے نبی وہ شخص بھی ہو سکتا تھا جو مسیحی جماعت کو یہ سمجھاتا تھا کہ انجیل کے پیغام کے اخلاقی نتائج موجودہ حالات میں کیا ہیں۔ چنانچہ نبوت کے دو اہم پہلو سامنے آتے ہیں:

۱۔ Predictive prophecy: مستقبل کے کسی واقعے کی خبر۔

۲۔ Interpretive/parenetic prophecy: خدا کے پیغام کی موجودہ حالات پر اخلاقی و روحانی تطبیق۔

پہلی یوحنا میں بھی ہر روح پر فوراً ایمان نہ لانے بلکہ روحوں کو جانچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پولس پہلی کرنتھیوں میں نبوت کرنے والوں کے کلام کو جانچنے اور کلیسا کے نظم کے تابع رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔[17]

اس سے ایک اہم اصول سامنے آتا ہے: مسیحی روایت میں نبوت کا دعویٰ بذاتِ خود اس دعوے کو خدائی صداقت کا درجہ نہیں دیتا۔ اسے مذہبی معیار کے مطابق پرکھنا ضروری ہے۔

[14] The Holy Bible, Acts 2:17–18; Joel 2:28–29.

[15] Aune, Prophecy in Early Christianity and the Ancient Mediterranean World.

[16] Thomas W. Gillespie, The First Theologians: A Study in Early Christian Prophecy (Grand Rapids, MI: Eerdmans, 1994). Gillespie

[17] The Holy Bible, 1 Corinthians 14:29–33.

نئے عہد نامے کے بعد ابتدائی مسیحی ادب میں بھی نبوت کے شواہد موجود ہیں۔

Didache، جسے عموماً پہلی یا دوسری صدی کے ابتدائی مسیحی متن کے طور پر دیکھا جاتا ہے، سفر کرنے والے انبیاء اور ان کے دعووں کی جانچ کے اصول پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی کلیسا کے سامنے دوہرا مسئلہ تھا:

1. حقیقی روحانی نبوت کی شناخت۔

2. جھوٹے یا مفاد پرست نبوی دعوؤں سے تحفظ۔

اسی طرح Shepherd of Hermas میں بھی نبوت، روحانی بصیرت اور کلیسائی اخلاقیات کے موضوعات نمایاں ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق ابتدائی مسیحی نبوت کے بڑے ادبی شواہد میں پولس کا پہلا خط برائے کرنتھیوں، مکاشفہ یوحنا، Didache اور Shepherd of Hermas شامل ہیں، تاہم ان متون میں نبوت کی تصویر یکساں نہیں بلکہ تاریخی اور فکری اعتبار سے مختلف ہے۔[18]

ایک اہم تاریخی سوال یہ ہے کہ اگر ابتدائی مسیحیت میں نبوت موجود تھی تو بعد کے ادوار میں اس کی حیثیت کیوں کم ہوئی؟

David E. Aune کے مطابق ابتدائی مسیحی نبوت کے زوال کو مسیحیت کے ادارہ جاتی ارتقا سے جوڑنا ممکن ہے۔ جیسے جیسے کلیسائی ادارے منظم ہوئے، اساتذہ، چرواہوں، بزرگوں اور دیگر کلیسائی مناصب نے ان کرداروں کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کیا جو پہلے بعض اوقات انبیاء ادا کرتے تھے۔[19]

یہ عمل مذہبی اتھارٹی کی منتقلی کی طرف اشارہ کرتا ہے:

نبوی شخصیت ⟵ رسولی روایت ⟵ صحائف ⟵ کلیسائی ادارہ

یہ انتقال یک دم نہیں ہوا بلکہ کئی صدیوں میں بتدریج تشکیل پایا۔

دوسری صدی میں Montanism ایک اہم تحریک کے طور پر سامنے آئی جس نے روح القدس، نبوت اور آخری زمانے کی توقعات پر زور دیا۔

---

[18] David E. Aune, "The Odes of Solomon and Early Christian Prophecy," New Testament Studies 55 (2009). Aune

[19] Aune, Prophecy in Early Christianity and the Ancient Mediterranean World

مونٹانس اور اس کے ساتھ نبوت کرنے والی خواتین، خصوصاً پرسکیلا اور میکسملا، نے روحانی وحی کے دعوے کیے۔ کلیسائی قیادت کے ایک بڑے حصے نے ان دعووں کو قبول نہیں کیا اور یہ تنازعہ مسیحی تاریخ میں نبوت اور کلیسائی اتھارٹی کے تعلق کی ایک اہم مثال بن گیا۔

یہ واقعہ اس سوال کو نمایاں کرتا ہے کہ اگر روح القدس آج بھی براہِ راست نبوت کے ذریعے کلام کرتا ہے تو کلیسا اس نبوت کی صداقت کس معیار سے طے کرے؟

اس تاریخی کشمکش نے بعد میں صحائف، رسولی روایت اور کلیسائی منصب کی اتھارٹی کو زیادہ اہم بنانے میں کردار ادا کیا۔

کلاسیکی مسیحی الٰہیات میں سب سے اہم اصول یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ میں بنیادی اور حتمی وحی مکمل ہو چکی ہے۔

کیتھولک کیٹی کزم کے مطابق حضرت مسیحؑ میں خدا نے اپنی وحی مکمل کر دی اور مسیحی دور میں کوئی نئی ”public revelation“ متوقع نہیں۔[20]

یہاں ایک اہم امتیاز ضروری ہے:

Public Revelation: وہ بنیادی وحی جو مسیح اور رسولی گواہی کے ذریعے مسیحی ایمان کی بنیاد بنتی ہے۔

Private Revelation: بعد کے ادوار میں بعض افراد یا کلیسائی روایات سے منسوب روحانی تجربات یا مکاشفات۔

کیتھولک تعلیم کے مطابق private revelations ایمان کے بنیادی ذخیرے کا حصہ نہیں اور ان کا مقصد مسیح کی حتمی وحی کو مکمل یا درست کرنا نہیں۔ یہ سوال مسیحی فرقوں میں مختلف انداز سے حل کیا گیا ہے۔

کیتھولک روایت میں حتمی وحی کے بعد ایسی کوئی نئی عمومی وحی قبول نہیں جو مسیح کے پیغام میں اضافہ کرے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسیحی دنیا میں ”prophecy“ یا روحانی بصیرت کا تصور مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے۔ بعض پروٹسٹنٹ اور charismatic روایات میں روحانی نبوت کو آج بھی روح القدس کی عطا سمجھا جاتا ہے۔

یہاں بنیادی فرق یہ ہے کہ جدید charismatic نبوت کو عام طور پر نئی بائبل یا نئی نجاتی شریعت کے درجے پر نہیں رکھا جاتا۔

یوں مسیحی دنیا میں ”نبوت“ کے دو بڑے تصورات پائے جاتے ہیں:

[20] Catechism of the Catholic Church, nos. 65–67. Vatican کے مطابق حضرت مسیحؑ ’’Mediator and Fullness of All Revelation

1.Canonical/Foundational Revelation: جو مسیح اور رسولی گواہی کے ساتھ وابستہ ہے۔

2.Charismatic/Edificatory Prophecy: جو موجودہ جماعت کی نصیحت، حوصلہ افزائی یا روحانی رہنمائی سے متعلق ہو سکتی ہے۔

اسلامی اور مسیحی تصورات میں نبوت کے مابین بعض بنیادی مماثلتیں موجود ہیں، مثلاً خدا کی طرف سے ہدایت، اخلاقی اصلاح اور انسانوں کو خدا کی اطاعت کی دعوت۔ لیکن دونوں مذاہب کی بنیادی الٰہیاتی ساخت مختلف ہے۔

اسلام میں حضرت عیسیٰؑ اللہ کے جلیل القدر رسول اور نبی ہیں، جبکہ اسلامی عقیدہ حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیتا ہے۔

مسیحیت میں حضرت عیسیٰؑ کو محض نبوت کے منصب میں محدود نہیں کیا جاتا بلکہ تثلیثی اور مسیحی نجاتی الٰہیات کے اندر ان کی الوہی حیثیت بنیادی ہے۔اس لیے جب مسیحی اور اسلامی تصورِ نبوت کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو صرف "کون نبی ہے؟" کا سوال کافی نہیں؛ بلکہ "وحی کیا ہے؟"، "نبی اور خدا کے کلام کا تعلق کیا ہے؟" اور "حتمی وحی کس شخصیت یا متن میں مکمل ہوتی ہے؟" جیسے بنیادی سوالات بھی زیرِ بحث آتے ہیں۔

تحقیق سے عیسائیت میں تصورِ نبوت کے کم از کم پانچ تاریخی مراحل سامنے آتے ہیں:

پہلا مرحلہ: اسرائیلی نبوت

نبی خدا اور قوم کے درمیان عہد کی یاد دہانی، اخلاقی اصلاح اور مستقبل کی نجات کا اعلان کرتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: مسیحائی نبوت

نبوی روایت کا مرکزی موضوع آنے والا مسیح اور خدا کی نجات بن جاتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: حضرت عیسیٰؑ

حضرت عیسیٰؑ کو نبی کہا جاتا ہے، مگر مسیحی عقیدہ ان کی حیثیت کو نبوت سے آگے لے جاتا ہے۔

چوتھا مرحلہ: ابتدائی کلیسائی

روح القدس کی عطا کے طور پر نبوت کلیسائی زندگی کا فعال حصہ رہتی ہے۔

پانچواں مرحلہ: کلیسائی ادارہ

رسولی صحائف، روایت اور منظم کلیسائی منصب بتدریج بنیادی مذہبی اتھارٹی حاصل کرتے ہیں۔ یہ تاریخی خاکہ ظاہر کرتا ہے کہ عیسائیت میں نبوت "ایک جامد منصب" نہیں بلکہ وحی، مسیحی شناخت اور کلیسائی ادارہ سازی کے ساتھ مسلسل تعامل میں رہنے والا تصور ہے۔ اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

اول: عیسائیت میں نبوت محض مستقبل بینی نہیں بلکہ خدا کے پیغام، اخلاقی اصلاح، نصیحت اور روحانی تعمیر کا وسیع تصور ہے۔

دوم: عہدِ قدیم کے انبیاء مسیحی نجاتی تاریخ کی بنیاد کا حصہ ہیں۔

سوم: نئے عہد نامے میں حضرت عیسیٰؑ کو متعدد مقامات پر نبی کہا گیا ہے، مگر مسیحی عقیدہ ان کی حیثیت کو محض نبوت تک محدود نہیں کرتا۔

چہارم: یوحنا بپتسمہ دینے والا عہدِ قدیم اور حضرت مسیحؑ کے درمیان ایک اہم نبوی واسطہ ہے۔

پنجم: حضرت عیسیٰؑ کے بعد ابتدائی کلیسا میں نبوت ایک زندہ مذہبی عمل تھا۔

ششم: ابتدائی مسیحی نبوت میں پیش گوئی کے ساتھ ساتھ انجیل کے اخلاقی و روحانی اطلاق کا عنصر بھی اہم تھا۔

ہفتم: جھوٹی نبوت کے مسئلے نے ابتدائی کلیسا کو نبوی دعووں کی جانچ کے اصول وضع کرنے پر مجبور کیا۔

ہشتم: کلیسائی ادارہ سازی کے ساتھ نبوت کی مذہبی حیثیت بتدریج محدود ہوئی۔

نہم: کلاسیکی کیتھولک عقیدے کے مطابق حضرت مسیحؑ میں حتمی عمومی وحی مکمل ہو چکی ہے۔

دہم: جدید مسیحی فرقوں میں نبوت کے بارے میں مکمل یکسانیت نہیں؛ بعض روایات اسے بنیادی وحی سے ممتاز کرتے ہوئے روحانی عطیہ سمجھتی ہیں۔

عیسائیت میں تصورِ نبوت ایک کثیر الجہتی اور تاریخی طور پر ارتقاپذیر مذہبی تصور ہے۔ اسے صرف مستقبل کی پیش گوئی کے معنی میں محدود کرنا مسیحی بائبلی روایت اور ابتدائی کلیسیائی تاریخ دونوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔

عہدِ قدیم میں نبی خدا کے عہد کے محافظ، اخلاقی اصلاح کے داعی اور مستقبل کی نجات کے اعلان کنندہ ہیں۔ حضرت یوحنا بپتسمہ دینے والے اس نبوی روایت کے اختتامی مرحلے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نئے عہد نامے میں نبوت کی زبان موجود ہے، لیکن مسیحی عقیدہ ان کی ذات کو نبی سے کہیں وسیع تر مذہبی مقام دیتا ہے۔ مسیحی الٰہیات میں وہ خدا کے بیٹے، مسیح اور کلمۂ خدا ہیں۔

ابتدائی کلیسا میں روح القدس کی عطا کے طور پر نبوت جاری رہی۔ اعمالِ رسول، پولس کے خطوط اور ابتدائی مسیحی ادب اس کے تاریخی شواہد فراہم کرتے ہیں۔ تاہم کلیسائی ادارہ سازی، رسولی روایت اور صحائف کی مرکزیت کے نتیجے میں نبوت کی حیثیت میں تبدیلی واقع ہوئی۔ جدید علمی تحقیق بھی اس بات پر زور دیتی ہے کہ ابتدائی مسیحی نبوت ایک متنوع تاریخی phenomenon تھا جسے ایک ہی تعریف میں محدود کرنا مشکل ہے۔[21]

بالآخر کلاسیکی مسیحی عقیدہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ حضرت مسیحؑ میں بنیادی وحی مکمل ہو چکی ہے۔ کیتھولک کلیسا کے سرکاری عقیدتی متن میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ مسیح "کمالِ وحی" ہیں اور کوئی نئی عمومی وحی متوقع نہیں۔

اس طرح عیسائیت میں نبوت کی تاریخ کو ایک مسلسل فکری سفر کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے:

عہدِ قدیم کے انبیاء ← مسیحائی امید ← یوحنا بپتسمہ دینے والا ← حضرت عیسیٰؑ ← ابتدائی کلیسا کے نبی ← رسولی صحائف ← کلیسائی روایت اور ادارہ۔

یہی تسلسل عیسائیت میں نبوت کے تصور کی تاریخی، نصی اور الٰہیاتی ساخت کو سمجھنے کے لیے بنیادی کلید فراہم کرتا ہے۔

قادیانیت میں تصورِ نبوت:

قادیانیت (جسے جماعت احمدیہ بھی کہا جاتا ہے) کا آغاز انیسویں صدی کے اواخر میں برطانوی ہندوستان کے پنجاب کے قصبہ قادیان سے ہوا۔ اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد (1835–1908ء) تھے۔ ابتدائی تحریروں میں انہوں نے خود کو اسلام کا مجدد قرار دیا، بعد ازاں مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، اور اپنی بعد کی تصانیف میں ایسی تعبیرات اختیار کیں جن کی بنیاد پر انہوں نے اپنے لیے ایک قسم کی نبوت کا اثبات کیا۔ اسی مسئلے نے امت مسلمہ اور قادیانی جماعت کے درمیان بنیادی اعتقادی اختلاف کو جنم دیا۔

مرزا غلام احمد کے نزدیک نبوت کا تصور:

مرزا غلام احمد کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نظریۂ نبوت میں تدریجی ارتقا ہوا۔ ابتدا میں وہ مجدد اور مصلح کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں، لیکن بعد کی کتابوں میں "نبی"، "رسول" اور "ظلی" یا "بروزی" نبی جیسے الفاظ استعمال کیے گئے۔

[21] Aune, "The Odes of Solomon and Early Christian Prophecy."

مثلاً ان کی کتاب حقیقۃ الوحی میں وہ اپنے لیے نبوت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جبکہ براہین احمدیہ اور ایک غلطی کا ازالہ جیسی کتب میں بھی اس موضوع پر متعدد بیانات موجود ہیں۔ قادیانی علماء ان بیانات کی تشریح کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کرتے ہیں کہ ان کی نبوت مستقل یا تشریعی نہیں بلکہ تابع نبوت ہے، یعنی وہ حضرت محمد ﷺ کی کامل پیروی کے نتیجے میں یہ مقام حاصل ہوا۔ اس تعبیر کی بنیاد پر قادیانی فکر میں نبوت کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1. تشریعی نبوت (جو نئی شریعت لائے)۔

2. غیر تشریعی یا ظلی نبوت (جو نئی شریعت نہ لائے بلکہ سابقہ شریعت کے تابع ہو)۔

اسی تقسیم کی بنیاد پر قادیانی علماء ختم نبوت کی ایسی تعبیر پیش کرتے ہیں جس میں حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہوئے بھی تابع اور غیر تشریعی نبی کی گنجائش باقی رکھی جاتی ہے۔

ختم نبوت کے متعلق مرزا صاحب کا ابتدائی عقیدہ وہی تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے۔ یعنی یہ کہ محمد ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، چنانچہ وہ اپنی متعدد کتابوں میں اس کی یوں تصریح کرتے ہیں:

"کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے نبی کا بغیر استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا اور ہمارے نبی نے اہل طلب کے لیے اس کی تفسیر اپنے قول لا نبی بعدی میں واضح طور پر فرما دی اور اگر ہم اپنے نبیؐ کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے اور ہمارے رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی کیونکر آسکتا ہے درآنحالیکہ آپؐ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا۔"[22]

آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے، اپنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبیؐ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔

"بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے اوپر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔[23]

[22] حمامۃ البشریٰ، مرزا غلام احمد، ص:۳۴

[23] ۔ حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد، ص:۱۴۹

اس طرح حقیقی اور مستقل نبوتیں نبوت کی اقسام میں اسی طرح ظلی اور بروزی نبوت بھی نبوت کی ایک قسم ہے۔ مسیح موعود کا ظلی نبی ہونا مسیح موعود سے نبوت کو نہیں چھینتا بلکہ صرف نبوت کی قسم ظاہر کرتا ہے اور جو حقیقی اور مستقل نبیوں کو حقوق حاصل ہیں ظلی نبی کو بھی حاصل ہیں، کیونکہ نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں۔[24]

"میں بموجب آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت کا ہی وجود قرار دیا ہے۔"[25]

اس اُمت میں نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں۔[26]

پہلا موقف

اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں ہے جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو... میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں، جو شخص میرے پر الزام لگائے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل ہوں۔"[27]

دوسرا موقف:

"اور یہی عیسیٰ ہے جس کا انتظار تھا اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے۔"[28]

24۔ کلمۃ الفصل، ص:۱۱۸

25۔ ایک غلطی کا ازالہ، مرزا غلام احمد، نظارت نشر واشاعت قادیان، بھارت، ۱۹۷۰

26۔ حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد، ص:۳۹

27۔ ازالہ اوہام مرزا غلام احمد، ص:۱۹۰

28۔ کشتی نوح، مرزا غلام احمد، ص:۴۸

"جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعوے میں ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام بھی سنادے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنادے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔"[29]

قادیانیت کے مدارج:

۱۔اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲۔اس نے تبلیغی سفر کیے۔ تبلیغی وفود روانہ کیے اور بیرون ملک روابط رکھے۔

۳۔ مسلم معاشرے کی معیشت پر قبضہ کرنے کے لیے بہترین اقتصادی ماہرین کا سہارا لیا۔

۴۔فوج اور سول میں ملازمتیں حاصل کیں اور اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کے لیے جدوجہد کی۔

۵۔اس کے پیروکار ظاہری طور پر عبادات وغیرہ میں خاصے تیز تھے۔انہوں نے اپنے عمل سے اپنے گھناؤنے کردار کا پتہ نہ چلنے دیا۔

۶۔انہوں نے ترکی کی عثمانی خلافت کے خاتمے کے لیے منظم سازشیں تیار کیں۔

۷۔ایوان حکومت تک پہنچنے اور سرکاری مناصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے اپنے جماعتی مفادات کا تحفظ کیا اور اپنے گھناؤنے مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سعی کی۔

اسلامی مؤقف:

اسلامی عقیدہ اس تقسیم کو قبول نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ.[30]

جمہور مفسرین کے نزدیک "خاتم النبیین" کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت باقی نہیں رہی، خواہ وہ مستقل ہو یا تابع، تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "لا نبي بعدي" (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔)

---

[29] ۔آئینہ کمالات، مرزا غلام احمد، ص:۳۴۴

[30] ۔الأحزاب ۳۳:۴۰

محدثین کے نزدیک یہ حدیث اپنے مفہوم میں قطعی اور واضح ہے۔ اسی بنا پر فقہاء، محدثین اور مفسرین نے اس سے مطلق ختمِ نبوت پر استدلال کیا ہے۔

امتِ مسلمہ کا علمی موقف:

امت مسلمہ کے چاروں فقہی مذاہب اور تمام معروف مکاتبِ فکر اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی درجے کی نبوت کا دعویٰ قابلِ قبول نہیں۔ اسی لیے مرزا غلام احمد کے دعووں پر مختلف ادوار میں متعدد علمی ردود لکھے گئے۔

برصغیر کے علماء، مثلاً مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمد شفیع اور دیگر اہلِ علم نے ختم نبوت کے موضوع پر مفصل علمی تحقیقات پیش کیں اور قادیانی تعبیرِ نبوت پر تنقیدی بحث کی۔

خلاصۃ البحث

اسلامی نقطۂ نظر سے عیسائیت اور قادیانیت دونوں میں تصورِ نبوت کے حوالے سے ایسے اعتقادی تصورات پائے جاتے ہیں جو اسلام کے بنیادی عقیدۂ ختمِ نبوت سے مختلف ہیں، تاہم ان دونوں کے تاریخی پس منظر، مذہبی بنیادوں اور دعووں کی نوعیت میں واضح فرق بھی موجود ہے۔ اس لیے تقابلی مطالعہ کرتے وقت مشابہتوں اور اختلافات دونوں کو علمی دیانت کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہے۔

سب سے پہلی مماثلت یہ ہے کہ دونوں مذاہب میں حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کے تصور کی ایسی تعبیر سامنے آتی ہے جسے جمہور مسلمانوں نے قبول نہیں کیا۔ عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی سے بڑھا کر الوہی مقام دیا گیا، جبکہ قادیانیت میں مرزا غلام احمد کے لیے ایک قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا گیا۔ اسلامی علماء کے نزدیک دونوں صورتیں قرآن و سنت میں بیان کردہ تصورِ نبوت سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

دوسری اہم مماثلت یہ ہے کہ دونوں نے اپنے نظریات کی تائید کے لیے مذہبی نصوص کی مخصوص تعبیر پیش کی۔ عیسائی علماء نے انجیل اور پولوسی تعلیمات کی روشنی میں الوہیتِ مسیح کا نظریہ مرتب کیا، جبکہ قادیانی علماء نے آیاتِ ختم نبوت اور احادیث کی ایسی تشریح پیش کی جس کے مطابق تابع یا غیر تشریعی نبوت کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

تاہم بنیادی اختلافات بھی نمایاں ہیں۔ عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور تثلیث کا رکن قرار دیا جاتا ہے، جبکہ قادیانیت مرزا غلام احمد کو خدا نہیں بلکہ اللہ کا بندہ قرار دیتی ہے۔ اسی طرح عیسائیت ایک مستقل عالمی مذہب ہے جس کی تشکیل پہلی صدی عیسوی میں ہوئی، جبکہ قادیانیت انیسویں صدی میں برصغیر میں وجود میں آنے والی ایک مذہبی تحریک ہے۔

اسلامی عقیدہ ان دونوں تصورات سے مختلف ہے۔ اسلام کے مطابق تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، ان میں سے کسی کو الوہیت حاصل نہیں، اور حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت باقی نہیں رہی۔

نتائج:

اس تحقیق سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ اسلام میں نبوت ایک خالصتاً الٰہی منصب ہے، جس کا عطا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

۲۔ قرآن و سنت اور امت کے اجماع کی روشنی میں حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کا تصور اسلامی عقیدے سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۳۔ عیسائیت میں نبوت کا ابتدائی تصور بعد ازاں الوہیتِ مسیح اور تثلیث کے عقائد سے متاثر ہوا، جس کے نتیجے میں نبوت کا روایتی مفہوم تبدیل ہو گیا۔

۴۔ قادیانیت نے ختمِ نبوت کی ایسی تعبیر پیش کی جس میں تابع یا غیر تشریعی نبوت کی گنجائش نکالی گئی، جبکہ جمہور مسلم علماء نے اس تعبیر کو قبول نہیں کیا۔

۵۔ اگرچہ عیسائیت اور قادیانیت کے تاریخی اور مذہبی پس منظر مختلف ہیں، تاہم تصورِ نبوت کے باب میں دونوں کا اسلامی تصور سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

۶۔ اسلامی عقیدۂ ختمِ نبوت صرف ایک اعتقادی مسئلہ نہیں بلکہ اسلامی شریعت اور امت کے اتحاد کا بنیادی ستون بھی ہے۔